eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

CC BY
OPEN ACCESS

ڈاکٹر قمر عباس
صدرِ معلم گورنمنٹ ہائی سکول جلال آباد شمالی، ملتان
ڈاکٹر قیصر افتاب احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی اف سیالکوٹ

Dr. Qamar Abbas **Email:** qamarabbasrana74@gmail.com
Principal Govt. High School, Jalalabad Shumali, Multan
Dr. Qaisar Aftab Ahmad **Email:** qaisar.aftab1972@gmail.com
Assistant Professor, Urdu Department, University of Sialkot
.

ڈاکٹر طاہر تونسوی بطور محققِ مسعود حسن رضوی ادیب

DR. TAHIR TAUNSVI AS A RESEARCHER OF MASOOD HASSAN RIZVI ADEEB

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i02.109

ABSTRACT

Dr. Tahir Taunsvi is a well-known and acclaimed researcher, critic, and poet of Urdu language and literature. His, more than seventy remarkable books (compilations and compositions) are a great contribution to Urdu research and criticism. He has also written more than three hundred valuable research articles. He introduced many literary personalities to the arena of the Urdu language and literature. Prominent Indian researcher and critic Syed Masood Hassan Rizvi Adeeb and his literary dimensions are an important field of Dr. Tahir Taunsvi's research work. In this article, the authors have presented an analytical study of the following four research books of Dr. Tahir Taunsvi. *Masood Hassan Rizvi Adeeb: Hayat Aur Karnamay, Lakhnawyat_e _Adeeb, Razm Nama Anees O Dabeer Taaruf O Taqabal, Masood Hassan Rizvi Adeeb, Kitabyaat*. In these detailed and comprehensive research books, the author has unfolded the life history, different literary dimensions (especially, as a critic, researcher, and poet), and the worth of literary achievements of Syed Masood Hassan Rizvi Adeeb. This study not only unveils the salient features of these exceptional research books of Dr. Tahir Taunsvi but also throws light on the multidimensional literary aspects of renowned writer Masood Hassan Rizvi Adeeb.

KEYWORDS
Acclaimed, Researcher, Critic, Literary, Exceptional, Comprehensive, Renowned, Analytical Study, Literature, Prominent, Indian Writer.

Received: 18-Oct-22
Accepted: 20-Dec-22
Online: 30-Dec-22

ڈاکٹر طاہر تونسوی اردو زبان و ادب کے نامور ادباء میں شمار ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر انکا تعلق تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خان) سے ہے۔ لیکن ان کے ماہ و سال کا بیشتر حصہ سرزمینِ ملتان پر گزرا۔ انہوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شعر کہنے سے کیا۔ لیکن جلد ہی انکا رجحان اردو تحقیق و تنقید کی طرف ہوا اور یوں وہ اردو تحقیق کا ایک معتبر حوالہ ٹھہرے۔ اردو تحقیق و تنقید کے ضمن میں انہوں نے ستر سے زائد گراں قدر تصانیف و تالیفات چھوڑی ہیں۔ انہوں نے ادب کی مختلف اصناف پر بے شمار تحقیقی و تنقیدی مضامین بھی تحریر کیے ہیں جو بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے ادبیاتِ اردو کے کئی ایسے گوشوں اور شخصیات کو ادبی منظر نامے کا حصہ بنایا جو اردو کے محققین کی نظروں سے اوجھل تھے۔ انہوں نے ادبی سرمائے کی دریافت کے ساتھ ساتھ اردو ادب کے صاحبِ کمال ادباء کے بکھرے ہوئے ادب پاروں کا کھوج لگایا اور انہیں مرتب کر کے محققین اور قارئین کے لیے ان سے فیض یاب ہونا آسان بنا دیا۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے بہت سی ادبی شخصیات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور ان پر گراں قدر تصانیف و تالیفات قلمبند کیں۔ جن شخصیات کے سوانح اور فکر و فن پر باقاعدہ تصانیف و تالیفات ہیں ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔ کشفی ملتانی، سرسید احمد خان، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر عرش صدیقی، ابوالامتیاز ع۔ س۔ مسلم، شہاب دہلوی مرزا غالب، علامہ محمد اقبال، فیض احمد فیض، محسن نقوی، خواجہ محمد ابراہیم یکپاسی، خواجہ غلام فرید، خوشدل، سچل سرمست، شاہ عبدالطیف بھٹائی اور حضرت سلطان باہو۔ لیکن ڈاکٹر طاہر تونسوی کا وہ تحقیقی سرمایہ جو انہوں نے سید مسعود حسن رضوی ادیب کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے اردو تحقیق کی روایت کا حصہ بنایا ہے وہ منفرد بھی ہے اور اہم بھی۔ اس تحقیقی کام نے ان کو ملکی اور بین الاقوامی ادبی حلقوں میں شناخت عطا کی ہے۔ مسعود حسن رضوی کے حوالے سے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے درج ذیل چار کتب شائع کی ہیں۔

۱۔ مسعود حسن رضوی ادیب حیات اور کارنامے (مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۸۹)

۲۔ لکھنویاتِ ادیب، مقالاتِ مسعود حسن رضوی ادیب (مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۹)

۳۔ رزم نامہ انیس و دبیر، تعارف و تقابل (اظہار سنز، لاہور، ۲۰۰۶)

۴۔ مسعود حسن رضوی ادیب، کتابیات (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۶)

مسعود حسن رضوی ادیب: حیات اور کارنامے ڈاکٹر طاہر تونسوی کا ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے ادبیاتِ اردو کے ایک نامور محقق، نقاد اور شاعر مسعود حسن رضوی ادیب کے سوانح اور نمایاں ادبی جہات کو تحقیقی اور تنقیدی انداز میں پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کا ڈاکٹریٹ کا تحقیقی کام بھی سید مسعود حسن رضوی ادیب پر ہے۔ یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب (خاندان) میں مسعود حسن رضوی ادیب کے حالاتِ زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔ اس میں اُن کی پیدائش، بچپن، تعلیم، ملازمتوں، مشاہیر سے تعلقات، عادات و خصائل، سیرت و کردار اور وفات تک کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسعود حسن رضوی کے اپنی شریک حیات کے نام خطوط، انکی بطور لیکچرار فارسی تقرری پر اخبارات کی ہنگامہ آرائی، جوش ملیح آبادی سے رضوی صاحب کے تعلقات پر نادر معلومات اور اُن کے سفر

ایران و عراق کی تفصیلات پہلی بار ضبط تحریر میں آئیں۔ سیرت و کردار کے عنوان کے تحت مسعود حسن رضوی کی روزمرہ زندگی کے ہمہ جہت پہلوؤں کی جامع تفصیل پیش کی گئی ہے۔ اس باب میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے انتہائی محنت اور ایک مستعد محقق کی طرح حقائق کا گہرائی اور تفصیل سے کھوج لگایا اور ہر عنوان کی جزئیات کو باریک بینی اور حوالہ جات کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

"بیماریاں" کے عنوان کے تحت ۲۴ نکات بنائے گئے ہیں اور علالت کے واقعات کو جس تفصیل سے بیان کیا ہے اس سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے مشاہدہ کی گہرائی، محققانہ اسلوب اور ان کے تجسس کا واضح ادراک ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے ایران، عراق کے سفر کی تفاصیل بھی انتہائی محنت اور جزئیات میں جا کر بیان کی گئی ہیں اور باقاعدہ تواریخ اور اوقات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ آخری علالت اور وفات کی تفاصیل ڈاکٹر قمر جہاں کے حوالے سے یوں پیش کی گئی ہیں:

> "لیٹ جاتے تو اُٹھ بیٹھنے کی طاقت نہ تھی اور بٹھا دیا جاتا تو خود سے لیٹ نہ سکتے تھے۔ زندگی سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ انہیں ایک عجیب طرح کی بے چینی تھی جو بیان نہیں ہو پاتی تھی۔ انہیں یہ احساس شدت سے تھا کہ اُن کی زندگی کسی کام کی نہیں رہ گئی۔ گھر والوں کو ان کی شدید بیماری سے زحمت ہوتی ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ انہیں یہ دنیا چھوڑ دینا چاہیے۔ گر اس گوشی کا ہلکا سا اثر تھا اور موتیا بند کی وجہ سے دور کی چیز صاف نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے کھانے کے لئے پوچھا تو کہنے لگے یاد نہیں کیا کھایا ہے لیکن شاید کھا چکا ہوں۔ گھر کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔" (۱)

دوسرے باب (ادبی و شعری محرکات) میں مسعود حسن رضوی ادیب سے پہلے اور اُن کے عہد کے ادبی و شعری محرکات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس باب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ سر سید احمد خان کی تحریک علی گڑھ کے شعر و ادب پر اثرات کو بیان کیا ہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد علم و ادب کی دنیا میں جو انقلابات رونما ہوئے ان پر بات کی گئی ہے۔ حالی، شبلی آزاد اور دیگر ادباء کے حوالہ سے شعر و ادب اور تحقیق و تنقید کے منظر نامے کو مسعود حسن رضوی ادیب تک لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ بات سامنے لائی گئی ہے کہ رضوی صاحب نے مقدمہ شعر و شاعری کے مندرجات سے اختلاف کرتے ہوئے "ہماری شاعری" تحریر کی۔ اسی طرح تحقیق میں انہوں نے مولوی عبد الحق سے جدا راستہ اختیار کیا۔ اس باب میں پنچ اخبارات کی تحریک اور ترقی پسند تحریک پر بھی سر سری بات کی گئی ہے کہ رضوی صاحب نے ان تحریکوں کا مطالعہ کیا لیکن ان سے وابستگی اختیار نہیں کی۔

سید مسعود حسن رضوی ادیب کی ایک نمایاں جہت تنقیدِ ادب ہے۔ تنقید کے ضمن میں انک ادبی خدمات کا احاطہ کرنے کے لیے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی منفرد معروضی اور شگفتہ اسلوب تحقیق سے کام لیا ہے۔ ان کے تنقیدی نظریات اور عملی تنقید کے حوالے سے تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان کی تصنیف "ہماری شاعری" پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور دلائل و شواہد سے اس امر کا انکشاف ہوا ہے:

> "ہماری شاعری، مقدمہ شعر و شاعری کا تتمہ نہیں بلکہ اس کے جواب میں لکھی گئی ہے۔" (۲)

اس باب میں ڈاکٹر تونسوی نے درج ذیل عنوانات بنائے ہیں۔ مطالعہ کا شوق، لکھنے کا آغاز، ہماری شاعری، نقادوں کی نظر میں، شاعری پر متفرق مضامین، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، بحیثیت نقاد، تنقیدی نظریات، نظریہ اسلوب، اسلوب بیان اور تنقید میں مقام و مرتبہ۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "ہماری شاعری" میں مولانا حالی کے اردو شاعری اور غزل پر کئے گئے اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ طاہر تونسوی نے "ہماری شاعری" کے مباحث کا احاطہ اس طرح کیا ہے۔

> "ہماری شاعری کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ معیار اور دوسرا حصہ مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں شعر کی حقیقت وماہیت اور شاعری کی اہمیت وافادیت واضح کی گئی ہے۔ دوسرے حصہ میں ان مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جو شاعری کو سمجھنے کے لئے درکار ہوتے ہیں اور مثالوں سے شاعری کی قدر و قیمت کا اظہار کیا گیا ہے۔ "ہماری شاعری" کا مقدمہ ۱۲ صفحات پر محیط ہے۔ اس سے مسعود حسن رضوی کے نقطہ نظر، تنقیدی نظریات اور اسلوب تحریر کا پتہ چلتا ہے۔ "ہماری شاعری" پر مضامین بھی لکھے گئے اور تبصرے بھی ہوئے اس کے علاوہ خطوں میں بھی اس کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا۔" (۳)

مسعود حسن رضوی ادیب اردو زبان و ادب کے نامور محقق تصور کیے جاتے ہیں۔۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اس کتاب کے چوتھے باب کو ان کے تحقیقی کارناموں کو بیان کرنے کے لیے مختص کیا ہے۔ اس باب کو درج ذیل عنوانات میں تقسیم کر کے مسعود حسن رضوی ادیب کے محققانہ کارناموں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ادیب اور میر تقی میر، ادیب اور غالب، متفرقاتِ غالب، شرح طباطبائی اور تنقیدِ غالب، متفرق مضامین، ادیب اور اردو ڈرامہ، اردو کا پہلا ڈرامہ نگار، لکھنؤ کا شاہی اسٹیج، لکھنؤ کا عوامی اسٹیج، اندر سبھا، اردو ڈرامہ اور اسٹیج، ناٹک بزمِ سلیماں، ادیب اور واجد علی شاہ، ادیب اور مرثیہ، ادیب اور انیس، روحِ انیس، شاہکار انیس، رزم نامہ انیس، شاعر اعظم انیس، اسلاف میر انیس، انیسیات، ادیب اور تذکرہ نگاری، ادیب اور لکھنویات، ادیب اور متفرق موضوعات، مجالسِ رنگین، فسانہ عبرت، فائز دہلوی اور دیوانِ فائز، دبستانِ اردو، نگارشاتِ ادیب، مسعود حسن رضوی کا محققانہ طریق کار اور اسلوب، بحیثیت محقق مقام و مرتبہ۔ اس طرح ڈاکٹر طاہر تونسوی نے مسعود حسن رضوی ادیب کی تحقیقی کتابوں اور مضامین پر تفصیلی بحث کی ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ اعلیٰ پائے کے محقق ہیں اور ان کی تحریریں تحقیق کے بلند معیار پر پورا اترتی ہیں۔ وہ ایک محتاط محقق ہیں اور اعلیٰ تحقیقی مزاج رکھتے ہیں۔ وہ شواہد اور ماخذات کی روشنی میں زیرِ بحث مسئلہ کو سلجھاتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے انہیں اُن کے تحقیقی کارناموں کی بدولت تحقیق کا معمارِ اعظم، اور تعمیری تحقیق کے دبستان کا بانی قرار دیا ہے۔ (۴)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ادیب صاحب کی محقق اور نقاد کے علاوہ متنوع ادبی حیثیتوں پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں اُن کی علمی و ادبی خدمات کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سا ایسا مواد منظر عام پر لایا گیا ہے جو طبع نہیں ہوا تھا۔ اس سے ادیب صاحب کی شخصیت کے چھپے ہوئے گوشے منظرِ عام پر آئے۔ علاوہ ازیں اُن کی بہت سی لکھی ہوئی تحریریں اور خطوط پہلی بار ادبی منظر نامے کا حصہ بنے۔ اس باب کو درج ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ بحیثیت استاد ۲۔ بحیثیت ماہرِ قواعدِ زبان ۳۔ بحیثیت تبصرہ و دیباچہ نگار

۴۔ بحیثیت مکتوب نگار ۵۔ بحیثیت مترجم ۶۔ بحیثیت شاعر

اس باب میں مسعود حسن رضوی ادیب کی درج بالا متنوع حیثیتوں کا بھرپور تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا۔ بطور استاد مختلف حوالہ جاتی اقتباسات اور واقعات کے ذریعے انہیں ایک شفیق استاد الاساتذہ ثابت کیا گیا اور ایک عظیم ماہرِ مضمون کے طور پر اُن کی کتب شامل نصاب بھی رہی ہیں۔ قواعد زبان کے بارے میں اردو الفاظ کی صحیح تحقیق اور استعمال، تراکیب اور صنعتیں، ضرب الامثال، قواعد کی کتب پر تحشیہ اور خاص طور پر اردو زبان کا رسم الخط ان کا موضوع رہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اُنکی ۱۷ تحریروں کی فہرست دی ہے جس سے "پتہ چلتا ہے کہ اس مد میں بھی انہوں نے ایسا تحقیقی و تنقیدی کام سر انجام دیا ہے کہ اس کی ایک مستقل اہمیت ہے اور انہوں نے جو افکار و نظریات اس سلسلے میں پیش کئے ہیں، اُن سے اختلاف کرنے کی بہت کم گنجائش ہے۔ ان کے اس کام سے تحقیق کرنے والوں کے لئے راہ آسان ہو گئی ہے۔"(۵)

ادیب صاحب نے بہت کم کتابوں پر دیباچے اور تبصرے لکھے لیکن ان میں بھی اُن کی تحقیقی و تنقیدی بصیرت واضح طور پر نظر آتی ہے اس بارے میں اُن کا اپنا ایک معیار تھا۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اُن کے درج ذیل دیباچوں کا ذکر کر کے اُن کا محاکمہ پیش کیا ہے۔

۱۔ عروجِ سخن: (مجموعہ مراثی)، از دولھا صاحب عروج (مقدمہ)

۲۔ امیر مینائی: از شاہ محمد ممتاز علی آہ (پیش لفظ)

۳۔ گلستانِ سعید: از چوہدری سید احمد عباس زیدی (تعارف)

۴۔ افسانہ نگاری: از سید وقار عظیم (تعارف)

تبصرہ والی کتب کی فہرست میں کچھ کتب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم ہیں اور مباحث کے در کھولتی ہیں ان کی روشنی میں مسعود حسن رضوی کی تبصرہ نگاری کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کتب کے عنوانات سے اُن کے کام کے تنوع اور وسعت کا علم ہوتا ہے۔ ایسی کتب کے عنوانات درج ذیل ہیں۔ یادگارِ انیس (امیر احمد علوی)، چند ہم عصر (مولوی عبدالحق)، چپ کی داد (مولانا حالی)، اردو شاعری پر ایک نظر (کلیم الدین احمد)، اردو شاعری کی مختصر تاریخ (جمیل احمد بریلوی)، بزم اکبر (قمر بدایونی)، ذکر غالب (مالک رام)، قتیل اور غالب (سید انور علی فرید آبادی)، باسی پھول اور آئی۔ سی ایس (علی عباس حسینی)، سریلی بانسری (آرزو لکھنوی)، سلطان محمد قلی قطب شاہ (ڈاکٹر محی الدین قادری زور)، کلیاتِ میر (مرتبہ عبدالباری آسی)، روسی ادب (پروفیسر محمد مجیب)، مطائبات (سندباد جہازی)، دنیائے تبسم (شوکت تھانوی)۔

کتاب کے آخری حصہ میں مسعود حسن رضوی ادیب کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور معاصر تنقید کے حوالہ سے اُن کے ادبی کارناموں کو مدِ نظر رکھ کر اردو ادب میں اُن کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا گیا ہے۔ طاہر تونسوی نے اس باب میں اپنے تحقیقی مقالہ کے

نتائج اختصار کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ اور وہ اس حقیقت کو منظر عام پر لاتے ہیں کہ مسعود حسن رضوی ادیب کی تخلیقی صلاحیتوں کی جہتیں خاصی پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے متنوع ادبی، تحقیقی و تنقیدی کارناموں کی بدولت اپنی ذات میں ہی ایک دبستان تھے۔ حالی، شبلی اور آزاد کے بعد اردو تحقیق و تنقید انہیں کی دکھائی ہوئی راہوں پر چل رہی ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے بہت سے ہم عصر محققین اور نقادوں کی آراء کو درج کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے:

"انہوں نے اپنی ژرف نگاہی، دیدہ ریزی، محنت، ریاضت اور ادبی دیانت داری سے اردو ادب کو وہ کچھ دیا ہے اور فردِ واحد کی حیثیت سے دیا ہے کہ بڑے بڑے ادارے بھی نہیں دے سکے۔۔۔۔ اردو ڈراما، انیس اور واجد علی شاہ پر کوئی کتاب یا مضمون ان کے حوالے کے بغیر مکمل نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ مسعود حسن رضوی کو تعمیری تحقیق کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے تحقیقی سچائی کو برقرار رکھا ہے اور احتساب کا کوڑا ہاتھ میں نہ ہونے کے باوجود بھی بہترین تحقیقی نمونے پیش کئے ہیں۔ ان تمام باتوں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مسعود حسن رضوی کا مقام ان کے ہمعصر محققوں اور نقادوں سے کہیں بلند ہے اور ادبی تاریخ ان کی خدمات کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کر سکتی اور ان کے ذکر کے بغیر اردو ادب کی ہر تاریخ ادھوری ہوگی۔" (۶)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے "مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے" میں جو معلومات اور تحقیقی مواد قارئین تک پہنچایا ہے وہ قابلِ اعتبار بھی ہے اور معیاری بھی۔ انہوں نے مقالے کی تکمیل کے لئے بنیادی ماخذوں سے رجوع کیا۔ انہوں نے نہ صرف پاکستان بھر کی لائبریریز میں موجود متعلقہ مواد کا کھوج لگایا بلکہ سفر بھارت کیا اور کافی عرصہ تک لکھنؤ میں مسعود حسن رضوی ادیب کے گھر میں قیام کیا۔ انکے ذاتی کتب خانہ اور انڈیا کے اہم کتب خانوں سے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مواد جمع کیا۔ اس بارے میں ڈاکٹر طاہر تونسوی مقالے کے پیش لفظ میں قمطراز ہیں:

"خاکے کی منظوری کے بعد میں نے جم کر کام کرنا شروع کیا۔ پاکستان بھر کی مختلف لائبریریوں کے علاوہ ذاتی کتب خانے بھی دیکھے۔ مقالے کے سلسلے میں میں نے بھارت کا سفر بھی اختیار کیا۔ چنانچہ ۱۹ اپریل ۱۹۷۹ سے ۱۵ جون ۱۹۷۹ء تک میں نے وہاں قیام کیا اور ادیبوں، شاعروں، دانشوروں، مسعود حسن رضوی کے دوستوں، مداحوں، شاگردوں اور جاننے والوں سے ملاقاتیں کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض اہم شخصیات کے انٹرویز بھی کئے۔ بھارت میں لکھنؤ یونیورسٹی لائبریری، رضا لائبریری رامپور، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری دہلی، کتب خانہ انجمن ترقی اردو (اردو گھر) نئی دہلی، ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ نئی دہلی کے علاوہ مسعود حسن رضوی کا ذاتی کتب خانہ بھی کھنگال ڈالا۔" (۷)

ڈاکٹر روبینہ ترین نے اپنے مضمون "ڈاکٹر طاہر تونسوی محقق اور نقاد" میں اس بارے یوں رائے دی ہے:

"ڈاکٹر طاہر تونسوی نے مسعود حسن رضوی ادیب کے حالاتِ زندگی کا کھوج بڑی محنت سے لگایا۔ ان کے بیٹے، دوستوں، رفقائے کار اور شاگردوں سے معلومات اکٹھی کیں۔ اصل دستاویزات تک رسائی حاصل کی۔ اس طرح سے ان کی حیات کے

بارے میں مستند و معتبر معلومات اردو ادب کے قارئین کو فراہم کیں۔"(۸)

اسی مضمون میں وہ لکھتی ہیں:

"ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ان (مسعود حسن رضوی) کی شخصیت اور ادبی کارناموں کو تحقیقی و تحسینی انداز میں اپنی کتاب میں اکٹھا کر دیا ہے۔ اس کتاب کے تین باب تحقیقی و تنقیدی اعتبار سے خاص طور پر اہم ہیں۔" (۹)

پروفیسر مزمل حسین نے یہ رائے دی ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ توصیفی نہیں بلکہ تحقیقی و تنقیدی ہے اور ڈاکٹر طاہر تونسوی نے نری توصیف ہی نہیں کی بلکہ نقائص کی بھی نشاندہی کی ہے۔ وہ اپنے مضمون "ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت محقق" میں رقمطراز ہیں:

"انہوں (ڈاکٹر طاہر تونسوی) نے مسعود حسن رضوی کی ادبی خدمات کے مختلف پہلوؤں کو اپنی ناقدانہ نظر سے واضح کیا ہے۔ ان ابواب میں مسعود حسن رضوی کی ایک ایک کتاب اور ایک ایک تحریر کا تفصیل سے اور غیر جانبداری سے محققانہ اور ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ طاہر تونسوی کا بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مقالے میں روائتی اور توصیفی تنقید کی بجائے عالمانہ اور دانشورانہ تنقید کو اپنایا ہے۔ انہوں نے مسعود حسن رضوی کے کام کے جہاں محاسن بیان کئے ہیں وہاں معائب کی نشاندہی بھی کی ہے۔" (۱۰)

ڈاکٹر روبینہ ترین کے متذکرہ مضمون میں اس رائے کا تین مرتبہ اعادہ کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اس تحقیقی مقالے میں تحسینی انداز اختیار کیا ہے۔ جبکہ پروفیسر مزمل حسین کی رائے میں ڈاکٹر طاہر تونسوی نے توصیفی تنقید کی بجائے عالمانہ اور دانشورانہ تنقید کو اپنایا ہے اور محاسن کے ساتھ ساتھ معائب بھی بیان کئے ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ (مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے) کے گہرے مطالعہ سے پروفیسر مزمل حسین کی رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے اور راقم اس سے اتفاق کرتا ہے۔ اس بات کی تصدیق کے لئے مقالے سے بہت سے دلائل دیے جاسکتے ہیں۔ لیکن یہاں اس حوالہ سے دو اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی ان کی تنقید کے مقام و مرتبہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"مسعود حسن رضوی کی تنقید میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ کچھ خامیاں بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کہیں کہیں دفاع کرتے ہوئے ان کا لہجہ جذباتی ہو جاتا ہے اور وہ وکالت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے وہ اپنے نقطہ نظر کو واضح کرنے کے لئے بیان کو بہت زیادہ طول دیتے ہیں یا واقعات اور مثالوں کی بھرمار کر دیتے ہیں۔ اس سے کہیں کہیں توازن نہیں رہتا۔"(۱۱)

مسعود حسن رضوی کے غزل سے متعلق تنقیدی نظریات کا جائزہ یوں لیتے ہیں:

"مسعود حسن رضوی نے غزل کا دفاع کیا اور خوب کیا، البتہ اس میں ایک خامی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ ضرورت اس امر کی بھی تھی کہ قدیم مشرقی شاعری کی کسی ایک صنف یا کسی ایک حصے پر نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی پوری شاعری کی نئی تفہیم کے پیمانے تراشنے چاہئیں تھے۔ ایک اور بات بھی اس سلسلے میں یہ ہے کہ مسعود حسن رضوی نے غزل کے تعلقات پر کافی بحث کی ہے لیکن غزل کی روح اور اس کی شعریت کو نظر انداز کیا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بحیثیتِ مجموعی "ہماری شاعری" فنِ

شعر کے بارے میں عام طور پر اور غزل کے بارے میں خاص طور پر ایک ایسی عمدہ کتاب ہے۔۔۔۔۔اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ تفہیم شعر کا ذوق پیدا کرتی ہے اور مشرقی شاعری کو مشرقی تنقید کے سانچوں سے پرکھنے کی فکر انگیز دعوت دیتی ہے"(۱۲)

درج بالا اقتباس سے ایک بڑے محقق کا نپا تُلہ، معروضی اور عالمانہ انداز واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ درج بالا دونوں اقتباسات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر تونسوی محققانہ دیانتداری سے غیر جانبدارانہ اور بے لاگ رائے دیتے ہیں اور کوئی مصلحت اُن کے آڑے نہیں آتی۔ اپنے تحقیقی مقالہ "مسعود حسن رضوی ادیب۔۔حیات اور کارنامے" کی تکمیل میں بھی انہوں نے اپنی محققانہ اور نقادانہ صلاحیتوں سے کام لیا ہے۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر حامد مرزا بیگ رقم طراز ہیں:

"مجھے یہ کہنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے مسعود حسن رضوی ادیب کے بارے میں اپنی نقادانہ اور محققانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی نوع کی خست یا تساہل سے ہرگز کام نہیں لیا اور یوں، حق بہ حق دار رسید کے مصداق مسعود حسن رضوی ادیب کو اردو ادب میں وہ مقام و مرتبہ مل گیا جس کے وہ ایک مدت سے طلب گار تو نہیں حقدار ضرور تھے۔"(۱۳)

مجموعی اعتبار سے یہ تحقیقی کتاب ڈاکٹر طاہر تونسوی کے وسیع مطالعہ اور تحقیقی و تنقیدی بصیرت کا ثبوت ہے۔ وہ محنت، ریاضت اور جانفشانی سے اپنے موضوع کے متعلق حقائق کو منظرِ عام پر لائے ہیں۔ مسعود حسن رضوی ادیب نے "ہماری شاعری" میں اردو شاعری اور غزل کا جس مناسب انداز سے دفاع کیا ہے اسے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے استدلال کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ "ہماری شاعری" حالی کے مقدمہ کا جواب ہے۔ لیکن اس حوالے سے مزید کام کی گنجائش موجود ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ادیب صاحب کے کچھ نادر اور تحقیقی اہمیت کے حامل مضامین کا کھوج لگا کر اپنے تحقیقی مواد کا حصہ بنایا جو بکھرے ہوئے تھے یا غیر مطبوعہ تھے۔ یہ ایک بڑی تحقیقی خدمت ہے۔ مسعود حسن رضوی کے بحیثیت دیباچہ نگار اور تبصرہ نگار کاوشوں کو پیش کرنے کے لئے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنے مقالے کا ایک ضخیم حصہ مختص کیا۔ اور انکو پہلی بار یکجا کر کے آنے والے محققین کے لئے ایک نیا جہان روشن کیا۔ علاوہ ازیں مسعود حسن رضوی کے خطوط کے متعدد حوالے دے کر انہیں بھی یکجا کیا ہے اور نئے تحقیقی موضوعات کی راہ ہموار کی ہے۔ اس کتاب کے ذریعے مسعود حسن رضوی کا بہت سا ادبی سرمایہ ادبیاتِ اردو کا حصہ بنا۔ کتاب کی زبان تحقیق کے اصولوں کے مطابق ہے۔ سنجیدگی اور تاثر کسی جگہ پامال نہیں ہوا۔ حقائق بیان کرنے کے لئے معروضی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ تحقیقی مقالہ ادبیاتِ اردو کی تحقیقی روایت میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کی کتاب "لکھنویات ادیب" ترتیب و تدوین سے متعلق ہے۔ یہ بھی اُن کا ایک قابلِ ستائش تحقیقی کام ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی مرتب کی ہوئی یہ کتاب ۱۹۸۹ء میں مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور نے شائع کی۔ اس کتاب کا انتساب مسعود حسن

رضوی کے صاحبزادے ڈاکٹر اختر مسعود کے نام ہے۔ یہ کتاب ۳۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اس کتاب کا ضخیم مقدمہ خود لکھا۔ اس کتاب میں مسعود حسن رضوی ادیب کے ۲۳ مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین کو تین عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔

ا۔ "لکھنویات" کے عنوان کے تحت درج ذیل مضامین شامل ہیں: لکھنؤ کے نقوش ماضی، غدر سے پہلے لکھنؤ کے شاہی کتب خانے اور مطبعے، لکھنؤ کا شاہی کتب خانہ، لکھنوی ادب کا سماجی پسِ منظر، شاہانِ اودھ کا مذہب، شاہانِ اودھ کا علمی و ادبی ذوق، واجد علی شاہ کی ایک مناجات اور واجد علی شاہ کا اثر۔

۲۔ "ناٹک اور ڈراما" کے ضمن میں شامل مضامین یہ ہیں: لکھنؤ میں اردو ناٹک کی ابتداء، نواز اور شکنتلا ناٹک، ناٹک بزم سلیمان، واجد علی شاہ کے زمانے کا اسٹیج، اردو ڈراما اور دربارِ اودھ، اردو ادب میں اندر سبھا کا مقام اور اودھ کے تفریحی مشاغل میں ڈرامائی عناصر۔

۳۔ "شخصیات" کی ذیل میں جو مضامین شامل کئے گئے ہیں اُن میں میر غلام حسین ضاحک، میر حسن مصنف سحر البیان، میر حسن کے بڑے بیٹے میر احسن خلق، مرزا رسوا، چکبست، مرزا محمد عسکری، علی عباس حسینی اور میں، حضرت آرزو مرحوم، شامل ہیں۔

درج بالا مضامین کی فہرست مسعود حسن رضوی کے تحقیقی کام کی اہمیت اور وسعت کا پتا دیتی ہے۔ لکھنویات سے انہیں عشق تھا اور یہ عشق ہی اُن سے وقیع اور مستند تحقیقی کام کروا رہا تھا۔ اپنی تحقیق میں انہوں نے اردو شاعری، ڈراما، واجد علی شاہ، مرثیہ انیس اور لکھنؤ کی دیگر شخصیات کو موضوع بنایا۔ ان موضوعات پر اُن کا تحقیقی کام بنیادی حوالے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ انہوں نے لکھنؤ اور اس کے متعلقات کے بارے میں تحقیقی مضامین تحریر کئے اور شاہان اودھ کی علم دوستی، ادبی ذوق اور لکھنؤ کی تہذیبی، ثقافتی اور ادبی اہمیت کو موضوع بنایا۔ یہ مضامین لکھنؤ کی تہذیب و معاشرت کی ادبی دستاویز بن کر سامنے آتے ہیں۔ ان مضامین میں لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت اور ادبی محافل کا عکس نظر آتا ہے۔ یہ مضامین لکھنؤ میں اردو ادب کے ارتقاء اور مفید اور نادر معلومات کی وجہ سے بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

> "مسعود حسن رضوی کے یہ مضامین جہاں کئی اعتبار سے اہمیت و افادیت کے حامل ہیں وہاں موضوع اور تحقیقی نتائج کے اعتبار سے اردو تحقیق کے دامن کو مالا مال کر دیتے ہیں۔ مسعود حسن رضوی کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ وہ حد سے زیادہ محتاط تھے اور اس وقت تک کوئی چیز سامنے نہ لاتے تھے جب تک انہیں سو فیصد یقین نہ ہو تا کہ یہ ہر طرح سے مکمل ہے اور اس میں کوئی جھول نہیں۔"(۱۴)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے "لکھنویاتِ ادیب" میں مضامین کی ترتیب و تدوین کی صورت میں دبستانِ لکھنؤ کے متعلق جو تحقیقی مواد جمع کر دیا ہے وہ ایک بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتا ہے اور تحقیق کی نئی راہیں متعین کرتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں:

> "لکھنویات ادیب" میں، میں نے مسعود حسن رضوی کے بکھرے ہوئے مضامین کو یکجا کر دیا ہے۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ اپنے موضوعات کے پس منظر میں یہ کتاب محققوں کے لئے حوالے کا کام دے گی۔"(۱۵)

"لکھنویاتِ ادیب" اردو تحقیق کی روایت میں لکھنؤ کے حوالے سے ایک گرانقدر تحقیقی سرمایہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ طاہر تونسوی کی رائے بجا معلوم ہوتی ہے اور یہ کتاب واقعتاً ادبیاتِ لکھنؤ کی تحقیق کے لئے مصدر و ماخذ کی صورت اختیار کر گئی ہے: "اس میں گرانقدر اور معلومات افزاء مضامین لکھنؤ کے دلکش نقوش کو ابھارتے ہیں۔ اگر اس تناظر مین دیکھا جائے تو اس کتاب کو مرتب کر کے ڈاکٹر طاہر تونسوی نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے جو ان کے تحقیقی مزاج کا واضح ثبوت ہے۔"(۱۶)

متن کی ترتیب و تدوین کے ضمن میں "رزم نامہ انیس و دبیر تعارف و تقابل" بھی ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اہم کاوش ہے۔ اظہار پرنٹرز لاہور کی طرف سے شائع ہونے والی اس کتاب کے ۱۵۲ صفحات ہیں اور اس کا انتساب سید وحید الحسن ہاشمی کے نام ہے۔ اس تالیف کا دیباچہ ہلال نقوی جبکہ مقدمہ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے خود تحریر فرمایا۔ مسعود حسن رضوی ادیب نے میر انیس کو خاص طور پر اپنی تحقیقی کاوشوں کا موضوع بنایا ہے۔"۱۹۵۷ء میں انہوں نے حضرت امام حسینؓ کی ولادت سے شہادت تک کے مراثی انیس کے ۱۲۵۴ بندوں کو "رزم نامہ انیس" کے نام سے ترتیب دے کر شائع کرایا۔"(۱۷) اس کی تقلید میں "خیر لکھنوی نے ۱۹۶۴ء میں "رزم نامہ دبیر" ترتیب دیا جسے نسیم بک ڈپو لکھنؤ نے شائع کیا۔"(۱۸)۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی ڈاکٹریٹ کی تحقیق کے دوران جب بھارت میں تھے تو انہیں مسعود حسن رضوی کے کتب خانہ سے اُن کا ایک کتابچہ مِلا۔ ادیب صاحب نے اس میں رزم نامہ انیس اور رزم نامہ دبیر کا موضوعاتی اعتبار سے ایک تقابلی مطالعہ ترتیب دیا تھا۔ یہ کتابچہ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تالیف (رزم نامہ انیس و دبیر، تعارف و تقابل) کا محرک ثابت ہوا۔ کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر طاہر تونسوی اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسعود حسن رضوی ادیب نے ان دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر ایک کتابچہ مرتب کیا۔"رزم نامہ انیس اور رزم نامہ دبیر کا تقابلی مطالعہ"۔۔۔۔ یہ مسودہ نامکمل ہے اور اس میں موضوعات کے اعتبار سے انیس اور دبیر کے بندوں کے صفحات کی نشاندہی کی گئی ہے۔"(۱۹)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اس کتابچہ میں مسعود حسن رضوی کی ترتیبی کاوشوں کی مدد سے رزم نامہ انیس اور رزم نامہ دبیر سے بندوں کو الگ الگ نقل کر کے مدون کیا ہے۔ اس طرح موضوعاتی اعتبار سے رزم نامہ انیس کے ضمن میں ۱۲۵۴ اور رزم نامہ دبیر کے ضمن میں ۱۳۸۸ بند پیش کئے گئے ہیں۔ رزم نامہ انیس حضرت امام حسینؓ کی شہادت تک کے بندوں پر مشتمل ہے جب کہ رزم نامہ دبیر کے ضمن میں امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل بیتؑ کے خیموں کو جلانا، اہلِ حرم کی اسیری، دربار کوفہ و شام میں آمد اور مدینے واپسی تک کے موضوعات شامل ہیں۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، ڈاکٹر طاہر تونسوی کی اس تحقیقی کاوش کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"اس کتاب کے مرتب نے نہ صرف انیس و دبیر کے بندوں کے شعری احساس کو پرکھا ہے بلکہ مسعود حسن رضوی ادیب کی

عرق ریزیوں کی تہوں میں بھی وہ اترے ہیں۔"(۲۰)

واقعہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک عظیم سانحہ ہے۔ مسلمانانِ عالم کے لئے یہ واقعہ ایک بہت بڑا تحرک رکھتا ہے۔ میر انیس اور مرزا دبیر نے اس واقعہ پر جس اعلیٰ انداز سے اپنے فن کے جوہر دکھائے ہیں وہ اردو ادب کی ایک بڑی خدمت تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرے میں اعلیٰ اقدار کے فروغ میں بھی اہم ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں ایک طویل رزمیہ نظم کی ضرورت و اہمیت ہمیشہ محسوس کی جاتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مسعود حسن رضوی نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے:

> "میر انیس کے مرثیوں میں رزمی عناصر کو دیکھ کر اور ان کے شاعرانہ کمال کا اندازہ کر کے میری طرح بہتوں کو یہ تمنا ہوتی ہے کہ کاش اس شاعر اعظم نے کربلا کے عظیم واقعہ پر ایک طویل رزمیہ نظم تصنیف کی ہوتی جو ہماری شاعری کی عظمت میں اضافہ کرتی اور جسے ہم دنیا کی عظیم رزمیہ نظموں کے مقابلے میں پیش کر سکتے۔ میری یہی تمنا آخر کار اس کی متقاضی ہوئی کہ انیس کے مرثیوں سے مناسب اقتباسات منتخب کر کے انہیں اس طرح ترتیب دیا جائے کہ ایک مسلسل رزمیہ نامہ وجود میں آجائے"۔(۲۱)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے کمال محنت اور جانفشانی سے اس مشکل مگر قابلِ قدر تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور اشعار کو واقعات کی ترتیب میں جمع کر کے اردو کے رزمیہ شعری ادب کے فروغ میں اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس طرح اردو مرثیہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک عظیم سرمایہ ہے۔ اس سے مرثیہ کے دو عظیم شعراء کے مطمع ہائے نظر اور معیار سخن پر روشنی پڑتی ہے۔ ان دونوں شعراء نے مرثیہ کی صنف کو عظمت و رفعت عطا کی ہے۔ اس کتاب سے ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی تجسس اور بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک غیر مطبوعہ کتابچے کا کھوج لگایا اور اسے ایک نئی ترتیب لگا کر شائع کر دیا۔ طاہر تونسوی کی یہ تحقیقی کاوش اپنے قاری کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ انیس و دبیر کے کلام کا موازنہ آسانی سے کر لے۔ اس کے ساتھ ساتھ دو مکمل رزم نامے بھی سامنے آگئے ہیں جن کو دنیا کے رزمیہ ادب کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر شبیہ الحسن اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ضرورت اس امر کی ہے کہ انیس و دبیر کو مخصوص دائروں سے نکال کر بین الاقوامی سطح پر روشناس کرایا جائے۔ مسعود حسن رضوی کی کاوش رزم نامہ انیس و دبیر اسی سوچ کی عملی شکل قرار دی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی کی یہ تالیف جہاں ایک جانب ان کی مسعود حسن رضوی سے والہانہ محبت کی امین ہے، وہاں دوسری جانب مرثیہ فہم شناس احباب کے لئے ایک مثالی تحفہ ہے۔"(۲۲)

ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی اس تالیف (رزم نامہ انیس و دبیر، تعارف و تقابل) سے مرثیہ اور اس کی تحقیقی روایت میں ایک قابلِ ستائش اضافہ کیا ہے۔ اس سے مرثیہ پر مزید تحقیق کی راہیں متعین ہوتی ہیں۔

اِن کتب میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کے تحقیقی جوہر کھل کر سامنے آئے ہیں اور انہوں نے محنت اور جستجو سے بنیادی مصادر و منابع کو

کھنگالا ہے اور تحقیق کی گھتیاں سلجھائی ہیں۔ اُن کی تنقیدی بصیرت اور تجزیہ کے انداز نے بہتر نتائج حاصل کرنے میں اُن کی معاونت کی ہے۔ تدوین متن کے حوالے سے اُن کا تحقیقی کام بھی خاص اہمیت کا حامل ہے انہوں نے تلاش و جستجو اور اپنے تنقیدی شعور سے متن کی تدوین کر کے ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔ اس ضمن میں اُن کی تحقیقی کاوشیں انہیں ایک زیرک اور صاحب بصیرت محقق ثابت کرتی ہیں۔ "لکھنویات ادیب"، "رزم نامہ انیس و دبیر" اس سلسلے کی اہم کاوشیں ہیں۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی کا اپنا ایک مخصوص اسلوب تحقیق ہے جو اُن کی پہچان آسانی سے کرا دیتا ہے۔ معتبر حوالے، مضبوط دلائل، بنیادی مصادر و شواہد کا استعمال، جانفشانی، مغز کاری تجزیہ و استدلال، شگفتہ و دلکش انداز، محققانہ دیانتداری، غیر جانبداری، فراخدلی، نا وابستگی، تحقیق و تنقید کی یکجائی ان کے اسلوب تحقیق کے نمایاں خصائص ہیں۔ وہ ایک محتاط اور ذمہ دار محقق ہیں۔ وہ ایک منضبط طریقہ کار کے ذریعے حقائق کی تلاش اور چھان پھٹک کرتے ہیں اور پھر ان کے تجزیے سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں ایک خاص طرح کی جاذبیت، تازگی اور کشادگی ہے جو انہیں ایک صاحب طرز ادیب کے مرتبے پر فائز کرتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے، لاہور، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، ۱۹۸۹ء، ص ۴۱
2. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، (پیش لفظ) مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے
3. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے، ص ۱۰۵، ۱۰۶
4. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے، ص ۲۱۲
5. ایضاً، ۲۴۸
6. ایضاً، ص ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰
7. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، (پیش لفظ) مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے
8. روبینہ ترین، ڈاکٹر، ڈاکٹر طاہر تونسوی۔۔۔۔ محقق و نقاد، مشمولہ اہل قلم، شمارہ ۱۹۹۶ء، مکتبہ اہل قلم ملتان، ص ۱۴۳
9. روبینہ ترین، ڈاکٹر، ڈاکٹر طاہر تونسوی محقق اور نقاد، مشمولہ، گل بکف، ۴، شمارہ دسمبر ۱۹۹۶، اسلام آباد
10. امزمل حسین، پروفیسر، ڈاکٹر طاہر تونسوی بحیثیت محقق، مشمولہ، ہم عصر، شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء، نیو اسلامی آرٹ پریس، ملتان، ص ۸۱
11. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے، ص ۴۰
12. ایضاً، ص ۱۲۲، ۱۲۳

13. حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے، مشمولہ اہل قلم، شمارہ۱۹۹۶ء مکتبہ اہل قلم ملتان، ص۱۰۱، ۱۰۲

14. طاہر تونسوی، ڈاکٹر (دیباچہ) لکھنویات ادیب، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۹ء

15. ایضاً

16. فاروق فیصل، پروفیسر، ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیق و تنقید کا تجزیاتی مطالعہ، ص۴۳

17. ایضاً

18. نسرین بتول، تحقیق و تنقید کی روایت میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کا مقام، تحقیقی مقالہ برائے ایم۔اے۔ اردو، ص۱۸

19. طاہر تونسوی، ڈاکٹر (مقدمہ) رزم نامہ انیس و دبیر تعارف و تقابل، اظہار سنز لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۲

20. فاروق فیصل، پروفیسر، ڈاکٹر طاہر تونسوی کی تحقیق و تنقید کا تجزیاتی مطالعہ، ص ۶۵

21. طاہر تونسوی، ڈاکٹر (تبصرہ) مسعود حسن رضوی ادیب حیات اور کارنامے، ص۱۸۸

22. شبیہ الحسن، ڈاکٹر (تبصرہ) رزم نامہ انیس و دبیر تعارف و تقابل، ماہنامہ شام و سحر لاہور، شمارہ، مئی ۲۰۰۶ء